نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

سود کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے انحراف کیوں؟

اسے مملکت خداداد پاکستان کی بد قسمتی ہی کہا جاسکتا ہے کہ اس کے قیام ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک (۵۳ سالوں میں) یہاں خدا کا نظام نافذ نہ ہوسکا۔ اور نہ ہی مستقبل میں اس کے عملی نفاذ کے لئے مقتدر قوتیں سنجیدہ ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جس مقصد اور جس نظام کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے عظیم قربانیاں دے کر یہ خطہ حاصل کیا تھا تو نتیجتاً ۲۷ رمضان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہی یہاں پر زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کا حقیقی اور عملی نفاذ کا مظاہرہ کیا جاتا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارے قومی رہنماؤں نے شروع ہی سے اس سے اعراض برتا۔ اور اگر اس کے لئے کچھ کوششیں وقتاً فوقتاً ہوتی بھی رہیں تو اسے ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا گیا۔ خصوصاً سود اور اسلامی بینکنگ کے حوالے سے اس مسئلہ پر یہاں کافی لے دے ہو چکی ہے۔

کچھ عرصہ قبل سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک طویل عرصے سے اسلامی حلقوں اور مغربی نظام کے علمبرداروں کے درمیان ہونے والی عدالتی جنگ کے بارے میں طویل بحث و تمحیص کے بعد سودی نظام کے رد میں اپنا تاریخ ساز فیصلہ سنایا اور حکومت کو حکم دیا کہ وہ ۳۰ جون ۲۰۰۱ء تک ملک سے سود کی لعنت کو ختم کرے۔ لیکن حکومت اور اس کے بینکوں اور مالیاتی اداروں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ ہی عدالتی فیصلے کے مطابق سود کے خاتمے کے لئے سنجیدہ کوششیں کیں۔ اب جبکہ یکم جولائی سے سودی نظام سے پاک معیشت اور بینکنگ کا نیا نظام شروع ہونے کا وقت سر پر آپہنچا ہے تو اسی وقت یو بی ایل اور دیگر مالیاتی اداروں نے حکومتی ایماء پر اس فیصلے کے خلاف نئی اپیل دائر کر دی ہے اور سپریم کورٹ سے سابقہ فیصلے پر نظر ثانی کے لئے کہا جارہا ہے۔ تاکہ اس بہانے انہیں مزید وقت مل سکے اور ملک میں اسلام کے نفاذ کے باب میں ہونے والی کوششوں کا راستہ روکا جاسکے۔ اس پر پورے ملک میں ایک اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے کیونکہ قوم سپریم کورٹ کے فیصلوں کے بعد یکم جولائی کا شدت سے انتظار کر رہی تھی کہ دیر سے سہی لیکن بالآخر ہمارے آنگن میں حقیقی سحر کی کرنیں تو پھوٹنے والی ہیں۔ لیکن ع بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس نازک صورتحال میں ایک بار پھر حسب سابق جمعیت علمائے اسلام نے دینی اور ملی رہنماؤں کو اکٹھا

کرنے کیلئے کراچی میں جمع کیا۔ اس آل پارٹیز کانفرنس کے میزبان اور صدر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ تھے۔ آپ نے ان تازہ منفی اقدامات اور حکومتی لیت و لعل کا جائزہ لینے کے لئے جمعیت علمأ پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی، جمعیت علمائے اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمان اور جماعت اسلامی کے قاضی حسین احمد صاحب کے علاوہ دیگر تنظیموں کے سربراہوں کو اکٹھا کیا۔ ان تمام رہنماؤں نے دینی حمیت اور عوامی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حکومت اور بینکوں پر یہ واضح کیا کہ ہم تمہارے روایتی دین دشمن اقدامات کو اب مزید برداشت نہیں کریں گے اور سودی نظام کو ملک میں مزید چلنے نہیں دیں گے۔

ہماری سپریم کورٹ آف پاکستان سے بھی یہی گزارش ہے کہ وہ اپنے فیصلے پر قائم رہے اور اس نئی درخواست کو مسترد کر کے حکومت اور بینکوں کو واضح ہدایت دی جائے کہ کورٹ کے سابقہ فیصلے پر ہر حال میں یکم ائی سے عمل درآمد کیا جائے۔ اگر خدانخواستہ کورٹ نے حکومتی دباؤ میں آکر اپنے سابقہ فیصلے پر نظر ثانی کی تو اس سے اس کی رہی سہی ساکھ بھی متاثر ہوگی۔ کیونکہ ملک میں عدلیہ اور سپریم کورٹ کا کردار کئی حوالوں سے مجروح ہوا ہے۔ البتہ سود کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے اس کی کھوئی ہوئی ساکھ اور عزت بحال ہوئی ہے۔ انشاء اللہ ہم امید کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ آف پاکستان اللہ کے قانون کی حاکیت کو ہی مقدم رکھتے ہوئے دو قومی نظریہ اور پاکستانی مسلمانوں کے جذبات کا ہر حال میں پاس رکھے گی۔

مردِ قلندر مولانا عبدالستار خان نیازی کی رحلت

کرو کج جبیں پہ سرِ کفن میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا

بلآخر مولانا عبدالستار خان نیازی بھی ہمیں دار مفارقت دے گئے۔ مولانا مرحومؒ ہمارے اس قافلے کے آخری مسافر تھے جن میں تہذیب و شرافت، دیانت و امانت، دینی حمیت اور ملی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مولانا مرحومؒ کی شکل میں ایک تاریخ ساز شخصیت ہمارے درمیان موجود تھی۔ مولاناؒ کی جدائی نے ملک کے سیاسی اور قومی خلاء میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی شخصیت پر ساری عمر کسی قسم کا داغ دھبہ لگنے نہیں دیا۔ عمر بھر جیئے بھی تو شان سے جیئے۔ بڑے سے بڑے آمر و جابر، حکمران اور روایتی جاگیرداروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مرے بھی تو اس شان سے مرے کہ ورثے اور میراث میں صرف چار جوڑے کپڑوں اور کتابوں کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔ ع بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

ہمارے ملکی سیاست کے علمبرداروں اور قومی رہنماؤں کے لئے مولانا مرحومؒ کی زندگی اور موت